فضائل محرم الحرام وشہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ
یا حسین
از
حضرت علامہ
سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ
شعبۂ نشر و اشاعت
تحریکِ اتحادِ اہلسنّت (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی مہینوں میں سب سے پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔ یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہےاورروایات میں اس مہینہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مہینہ محرم کی بزرگی کرو۔جس نے محرم کی بزرگی کی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بزرگی عطا کرے گا۔اوردوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

یوم عاشورہ:

ماہِ محرم الحرام کے دسویں دن کو یوم عاشورہ کہا جاتا ہے یہ دن اور اس کی رات فضیلت وعظمت والے ہیں۔ اس دن کو عاشورہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ محرم کا دسواں دن ہے اوربعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جواعزازات عطافرمائے ہیں ان میں سے یہ دسواں اعزاز ہے۔ ان اعزازات کی تفضیل حسب ذیل ہے۔

☆ پہلا اعزاز ماہ رجب ہے۔ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اسے تمام مہینوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے یہ امت دوسری امتوں سے افضل ہے۔

☆ دوسرا اعزاز ماہ شعبان ہے، اس مہینہ کو دوسرے مہینوں پر اسی فضیلت حاصل ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر انبیاء کرام سے افضل ہیں۔

☆ تیسرا اعزاز ماہِ رمضان المبارک ہے۔اس مہینہ کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ مخلوق سے افضل ہے۔

☆ چوتھا اعزاز شبِ قدر ہے جو کہ ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

☆ پانچواں اعزاز عید الفطر ہے اور یہ روزوں کی جزا کا دن ہے۔

☆ چھٹا اعزاز ذی الحجہ کے دس دن ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں۔

☆ ساتواں اعزاز عرفہ کا دن ہے، اس دن روزہ رکھنا دو سالوں کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

☆ آٹھواں اعزاز قربانی کا دن ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔

☆ نواں اعزاز جمعہ کا دن ہے۔ جو کہ تمام دنوں کا سردار ہے۔

☆ دسواں اعزاز عاشورہ کا دن ہے اور اس کا روزہ ایک سال کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

ان تمام دنوں کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ اعزازات اس امت کو عطا فرمائے تاکہ یہ مقدس ایام اس امت کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور یہ امت خطاؤں سے پاک ہو جائے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۵۳۴)

انبیاء کرام کے اعزازات:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ دس محرم کو عاشورہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن دس انبیاء کو دس اعزاز عطا فرمائے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

(۲) اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مقام پر اٹھایا گیا۔

(۳) اسی دن نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری۔

(۴) اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل بنایا اور اسی دن انہیں نمرود کی آگ سے بچایا۔

(۵) اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی ان کو لوٹائی۔

(۶) اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفا عطا فرمائی۔

(۷) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل میں راستہ دیا گیا اور فرعون غرق ہوا۔

(۸) اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی۔

(۹) اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۱۰) اسی دن ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تخلیق کیا گیا۔

(صاوی، غنیۃ الطالبین ص ۵۳۴)

یوم عاشورہ کے حوالے سے ایک اور اہم ترین واقعہ یہ ہے کہ اسی دن نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزیدی افواج نے کربلا میں بھوکے پیاسے شہید کر دیا۔

عاشورہ کا روزہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تم اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ یہ عظمت والا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی۔ ادائے شکر کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری نسبت ہم موسیٰ

علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے کے زیادہ حقدار ہیں چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری، مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۴۶)

انہیں سے مروی ہے کہ جب آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن تو یہود ونصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آئندہ سال حیات (ظاہری) باقی رہی تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۴۲)، یہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے اگلے سال رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمالیا۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے پر کوئی انعام ہو اس دن شکر الٰہی بجالانا اور اس دن کی یادگار قائم کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور صحابہ کی بھی۔ یہاں تک کہ اگر بالفرض اس میں کفار کے ساتھ کچھ مشابہت کا احتمال ہو تو اس فعل کو ترک نہ کیا جائے گا بلکہ کفار کی مخالفت کی کوئی صورت پیدا کی جائے گی۔

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ تعالیٰ کے مہینے محرم کا روزہ (عاشورہ کا روزہ) اور فرض نمازوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز (تہجد) ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۴۴۱)

غیب بتانے والے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھنے والے کے لئے اس روزہ کو پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۴۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشورہ کے دن کے روزہ کا حکم فرماتے۔ ترغیب دلاتے اور ہماری نگرانی بھی فرماتے

تھے"۔(مسلم، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۴۶)

شبِ عاشورہ کی فضیلت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے، "جو شخص عاشورہ کی رات کو عبادت کے ذریعے زندہ رکھے (یعنی شب بیداری کرے) تو جب تک چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے بھلائی پر زندہ رکھے گا"۔

(غنیۃ الطالبین ص ۵۳۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، "رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا روزہ ہے اور فرض نمازوں کے بعد عاشورہ کی رات میں نفل پڑھنا افضل ہے"۔(ایضا)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شب عاشورہ کو فضیلت والی راتوں میں شمار کیا ہے اس رات میں کثرت نوافل کی خاص تاکید فرمائی ہے۔(احیاء العلوم)

عاشورہ کے دن نیک اعمال:

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، "جو عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے میں وسعت کرے اور انہیں خوب کھلائے پلائے تو اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال رزق میں وسعت و کشادگی فرما دیتا ہے۔

(فضائل الاوقات للطبرانی، شعیب الایمان للبیہقی، ماثبت من السنہ ص ۲۳)

امام ابن حبان کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے امام بیہقی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ یہی حدیث دارقطنی میں جید سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بطریق موقوف بیان ہوئی ہے۔(ماثبت من السنہ ص ۲۳۔ ۲۴)

اس حدیث کے متعلق حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(ہم پچاس سال سے اس کا تجربہ کررہے ہیں اور ہم وسعت اور کشادگی بھی دیکھ رہے ہیں)(غنیۃ الطالبین ص ۵۳۴)

یوم عاشورہ میں صحابہ کرام اور اہلبیت عظام خصوصا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا کی ارواح مبارکہ کو ایصال ثواب کرنا بہت ثواب کا کام ہے اسی لیے مسلمان عموماً اسی روز قرآن خوانی کرتے ہیں۔ آیات واحادیث کی روشنی میں شہادت کی فضیلت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے اور سنتے ہیں پھر شربت، حلیم اور دیگر طعام پر فاتحہ پڑھ کر ان نفوسِ قدسیہ کو ایصال کرتے ہیں۔ یہ سب امور جائز ومستحب ہیں۔

اور اس کی اصل یہ ہے کہ اپنی کسی بھی مالی یا بدنی عبادت کا ثواب اپنے زندہ یا مرحومین کو پہنچانا جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم اپنے مردوں کیلئے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ انہیں پہنچتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں بلاشبہ ان کو پہنچتا ہے اور یقیناً اس کے پہنچنے سے انہیں ایسی خوشی ہوتی ہے جیسی کہ تم میں سے کسی کو ہدیہ کا طباق (تھال) ملنے پر خوشی ہوتی ہے۔(فتاویٰ شامی، جلد دوم)

بعض علماء نے ان روایات کی صحت پر جرح کی ہے لیکن یہ حضور غوث اعظم اور دیگر بزرگان دین سے صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں اور ان اعمال میں سے کوئی عمل بھی ناجائز نہیں ہے لہٰذا محتاط علماء کا مسلک یہی ہے کہ ان اعمال سے روکا نہ جائے۔

تنبیہ:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ (خبردار ! روافض کی بدعتوں میں شامل نہ ہونا۔ گریہ وزاری آہ وبکا سینہ کوبی، نوحہ، ماتم، غم والم کے ظاہری اظہار (جیسے سیاہ لباس وغیرہ) میں مشغول نہ ہوجانا۔ کیونکہ ان کاموں کا مسلمانوں کے عقائدو اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔(ماثبت من السنہ ص ۲۰)

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ:

رجب ۶۰ ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ ''حسین، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے فوری طور پر بیعت لے لو اور جب تک وہ بیعت نہ کریں انہیں مت چھوڑو''۔

(تاریخ کامل ج ۴: ۱۴)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ تشریف لے گئے۔آپ کے نزدیک یزید مسلمانوں کی امامت وسیادت کے ہرگز لائق نہیں تھا بلکہ فاسق وفاجر شرابی اور ظالم تھا۔امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے متعدد خطوط لکھے کئی قاصد بھیجے کہ آپ کوفے آئیں، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، ہم آپ سے بیعت کریں گے۔خطوط اور قاصدوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ مجھ پر انکی راہنمائی کے لیے اور انہیں فاسق وفاجر کی بیعت سے بچانے کے لئے جانا ضروری ہوگیا ہے۔ حالات سے آگہی کے لیے آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا جن کے ہاتھ بیشمار لوگوں نے آپ کی بیعت کرلی لیکن جب ابن زیاد نے دھمکیاں دیں تو وہ اپنی بیعت سے پھر گئے اور حضرت مسلم بن عقیل

رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے۔آپ کو انکی شہادت اور اہلِ کوفہ کی بیوفائی کی خبر اسوقت ملی جب آپ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تفصیلی واقعات جاننے کے لئے صدرُالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سوانح کربلا'' کا مطالعہ کیجیے۔

مختصر یہ کہ حسینی قافلے میں بچے، خواتین اور مرد ملا کر بیاسی (۸۲) نفوس تھے جو کہ جنگ کے ارادے سے بھی نہیں آئے تھے۔انکے مقابلے کے لئے یزیدی فوج بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) سوار و پیادہ مسلح افراد پر مشتمل تھی۔ اس کے باوجود ظالموں نے اہلبیت اطہار پر دریائے فرات کا پانی بند کردیا۔تین دن کے بھوکے پیاسے امام عالی مقام اپنے اٹھارہ (۱۸) اہلبیت اور دیگر چوّن (۵۴) جانثاروں کے ہمراہ دس محرم ۶۱ھ کو کربلا میں نہایت بیدردی سے شہید کردیے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی ایک بوتل ہے۔میں عرض گزار ہوا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔میں دن بھر اسے جمع کرتا رہا ہوں۔میں نے وہ وقت یاد رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔(مسند احمد، مشکوٰۃ)

حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ زاروقطار رو رہی تھیں۔میں نے عرض کی، آپ

کیوں روتی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سرِ اقدس اور داڑھی مبارک گردآلود ہے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا، میں ابھی ابھی حسین کی شہادت گاہ سے آرہا ہوں۔ (ترمذی)

امام حسین کا سر اقدس جسم سے جدا ہوکر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد ایک چھڑی آپ کے مبارک ہونٹوں پر مارنے لگا۔ صحابئ رسول، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ ان سے برداشت نہ ہوسکا اور وہ پکار اٹھے، ''ان لبوں سے چھڑی ہٹالو۔ خدا کی قسم! میں نے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ ان مبارک لبوں کو چومتے تھے''۔ یہ فرما کر وہ زاروقطار رونے لگے۔ ابن زیاد بولا، خدا کی قسم! اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے بھی قتل کروادیتا''۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی واقعہ مروی ہے جو ترمذی کے حوالے سے پہلے تحریر کیا جاچکا۔

امامِ پاک اور یزید پلید:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید کا اس واقعہ سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں تھا، جو کچھ کیا وہ ابن زیاد نے کیا۔ چند تاریخی شواہد پیشِ خدمت ہیں جن سے اہلِ حق و انصاف خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ان تمام واقعات سے یزید کا کس قدر تعلق ہے۔ عظیم مؤرخ علامہ طبری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ ''مسلم بن عقیل کو جہاں پاؤ قتل کردو یا شہر سے نکال دو''۔

(تاریخ طبری ج ۴: ۱۷۶)

پھر جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی کو شہید کر دیا گیا تو ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس دمشق بھیجے۔ اس پر یزید نے ابن زیاد کو خط لکھ کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ (تاریخ کامل ج ٦:٦ ٣ ٣) یہ بھی لکھا، ''جو میں چاہتا تھا تو نے وہی کیا، تو نے عاقلانہ کام اور دلیرانہ حملہ کیا''۔ (تاریخ طبری ج ٤: ١٧٣)
اب یہ بھی جان لیجئے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید کا پہلا ردعمل کیا تھا؟ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں، ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس آپ کے قاتل کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ اس نے وہ سرِ اقدس یزید کے سامنے رکھ دیا۔ اس وقت وہاں صحابی رسول، حضرت ابو برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یزید ایک چھڑی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک لبوں پر مارنے لگا اور اس نے یہ شعر پڑھا:

''انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے''۔

حضرت ابو برزۃ رضی اللہ عنہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے فرمایا، ''اے یزید! اپنی چھڑی کو ہٹا لو۔ خدا کی قسم! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک منہ کو چومتے تھے''۔ (تاریخ طبری ج ٤: ١٨١)

مشہور مؤرخین علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں اور علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے تاریخ کامل میں اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ اس میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابو برزۃ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا، ''بلاشبہ یہ قیامت کے دن آئیں گے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شفیع ہونگے اور اے یزید! جب تو آئے گا تو تیرا

سفارشی ابن زیاد ہوگا''۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور محفل سے چلے گئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر یزید کو کس قدر افسوس اور دکھ ہوا تھا۔ جو سنگدل نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس کو اپنے سامنے رکھ کر متکبرانہ شعر پڑھتا ہے اور ان مبارک لبوں پر اپنی چھڑی مارتا ہے جسے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر چوما کرتے تھے، کیا وہ لعنت و ملامت کا مستحق نہیں؟ اہلبیتِ نبوت سے اس کی عداوت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب اہلبیت نبوت کا یہ مصیبت زدہ قافلہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تو اس نے ملک شام کے امراء اور درباریوں کو جمع کیا پھر بھرے دربار میں خانوادۂ نبوت کی خواتین اسکے سامنے پیش کی گئیں اور اس کے سب درباریوں نے یزید کو اس فتح پر مبارکباد دی۔

(تاریخ طبری ج ۴: ۱۸۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

یزید کے خبث باطن اور عداوتِ اہلبیت کی ایک اور شرمناک مثال ملاحظہ کیجیے۔ اس عام دربار میں ایک شامی کھڑا ہوا اور اہل بیت میں سے سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، یہ مجھے بخش دو۔ معصوم سیدہ یہ سن کر لرز گئی اور اس نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے گرج کر کہا، تو جھوٹ بکتا ہے۔ یہ نہ تجھے مل سکتی ہے اور نہ اس یزید کو۔

یزید یہ سن کر طیش میں آ گیا اور بولا، تم جھوٹ بولتی ہو۔ خدا کی قسم! یہ میرے قبضے میں ہے اور اگر میں اسے دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ سیدہ زینب رضی

اللہ عنہا نے گرجدار آواز میں کہا، ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! تمہیں ایسا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی حق نہیں دیا۔ سوائے اس کے کہ تم اعلانیہ ہماری امت سے نکل جاؤ اور ہمارے دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرلو۔

یزید نے طیش میں آکر کہا، تو ہمارا مقابلہ کرتی ہے، تیرا باپ اور تیرے بھائی دین سے خارج ہوگئے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، اللہ کے دین اور میرے باپ، میرے بھائی اور میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید نے کہا، تو نے جھوٹ بولا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، تو زبردستی امیرُ المومنین ہے، تو ظالم ہو کر گالیاں دیتا ہے اور اپنے اقتدار سے غالب آتا ہے۔ یزید یہ سن کر چپ ہوگیا۔ اُس شامی نے پھر وہی سوال کیا تو یزید نے کہا، دور ہو جا، خدا تجھے موت دے۔

(تاریخ طبری ج ۴:۱۸۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۸:۱۹۷)

بعض لوگ یزید کے افسوس و ندامت کا ذکر کر کے اسے بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی ندامت کی حقیقت علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کے قلم سے پڑھیے۔

وہ رقمطراز ہیں، ''جب امام عالی مقام کا سرِ اقدس یزید کے پاس پہنچا تو یزید کے دل میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور جو اس نے کیا تھا اس پر یزید بڑا خوش ہوا۔ لیکن جب اسے یہ خبریں ملنے لگیں کہ اس وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرنے لگے ہیں، اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں تو پھر وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر نادم ہوا''۔ (تاریخ کامل ج ۴:۸۷)

پھر اس نے کہا: ''ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیا ہے، انکے دلوں میں میری عداوت بھر دی ہے اور ہر نیک و بد شخص مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے میں نے بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اور اس پر غضب نازل کرے، اس نے مجھے برباد کر دیا''۔ (ایضاً)

یزید کی ندامت و پشیمانی کی وجہ آپ نے پڑھ لی ہے۔ اس ندامت کا عدل و انصاف سے ذرا سا بھی تعلق نہیں ورنہ ایک عام مسلمان بھی قتل کر دیا جائے تو قاتل سے قصاص لینا حاکم پر فرض ہوتا ہے۔ یہاں تو خاندانِ نبوت کے قتلِ عام کا معاملہ تھا۔ ابن زیاد، ابن سعد، شمر ملعون وغیرہ سے قصاص لینا تو درکنار کسی کو اس کے عہدے سے برطرف تک نہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی تادیبی کاروائی ہوئی۔

یزید فاسق وفاجر تھا:

بعض جہلاء کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر لازم تھا کہ وہ یزید کی اطاعت کرتے۔ اس خیالِ بد کے رد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے امیر کیسے ہوسکتا تھا اور مسلمانوں پر اسکی اطاعت کیسے لازم ہوسکتی تھی جبکہ اس وقت کے صحابہ کرام اور صحابہ کی جو اولاد موجود تھی، سب اس کی اطاعت سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ سے چند لوگ اسکے پاس شام میں زبردستی پہنچائے گئے تھے۔ وہ یزید کے ناپسندیدہ اعمال دیکھ کر واپس مدینہ چلے آئے اور عارضی بیعت کو فسخ کر دیا ان لوگوں نے برملا

کہا کہ یزید خدا کا دشمن ہے، شراب نوش ہے، تارکُ الصلوٰۃ ہے، زانی ہے، فاسق ہے اور محارم سے صحبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ (تکمیل الایمان ۱۷۸)

یزید کے فسق و فجور کے متعلق اکابر صحابہ و تابعین کے اقوال تاریخ طبری، تاریخ کامل اور تاریخ الخلفاء میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہما کا ارشاد پیشِ خدمت ہے۔

آپ فرماتے ہیں، ''خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اُس وقت اُٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ (اسکی بدکاریوں کی وجہ سے) ہم پر کہیں آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتا تھا، شراب پیتا تھا اور نماز چھوڑتا تھا''۔

(طبقات ابن سعد ج ۵: ۶۶، ابن اثیر ج ۴: ۴۱، تاریخ الخلفاء: ۲۰۶)

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کے سامنے جو خطبہ دیا اس میں بھی یزید کے خلاف نکلنے کی یہی وجہ ارشاد فرمائی، ''خبردار! بیشک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کر لی ہے اور رحمان کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے اور حدودِ شرعی کو معطل کر دیا ہے۔ یہ محاصل کو اپنے لیے خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کردہ کو حرام قرار دیتے ہیں''۔

(تاریخ ابن اثیر ج ۴: ۲۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمارے نزدیک یزید مبغوض ترین انسان تھا۔ اس بدبخت نے جو کارہائے بدسرانجام دیے وہ اس امت میں سے کسی نے نہیں کیے۔ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہانت اہلبیت سے فارغ ہو کر اس

بدبخت نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور اس مقدس شہر کی بے حرمتی کے بعد اہلِ مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے اور باقی ماندہ صحابہ وتابعین کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد اس نے مکّہ معظّمہ کی تباہی کا حکم دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرا۔ اور انہی حالات میں وہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ (تکمیل الایمان: ۱۷۹)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، ''یزید پلید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنّت، فاسق وفاجر جری علی الکبائر تھا''۔ پھر اس کے کرتوت ومظالم لکھ کر فرماتے ہیں، ''ملعون ہے وہ جوان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے، قرآن کریم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا''۔ (عرفانِ شریعت)

''یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اور ریحانۂ رسول ﷺ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت۔ آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملے میں کیا دخل ہے ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود، خارجی، ناصبی، مستحقِ جہنم ہے''۔ (بہارِ شریعت حصہ ۱:۷۸)

کیا یزید مستحقِ لعنت ہے؟:

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے انکے بیٹے صالح رحمہ اللہ نے عرض کی، ایک قوم ہماری طرف یہ منسوب کرتی ہے کہ ہم یزید کے دوست اور حمایتی ہیں۔ فرمایا، اے بیٹا! جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ یزید کی دوستی کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے۔ بلکہ میں کیوں نہ اس پر لعنت بھیجوں جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لعنت بھیجی ہے۔ میں نے عرض کی، رب تعالیٰ نے قرآن

میں کس جگہ لعنت بھیجی ہے؟ فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ . اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ

(سورہ محمد: ۲۲، ۲۳)

ترجمہ: ''تو کیا تمہارے یہ لچھن (کرتوت) نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق (سننے) سے بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں (یعنی انہیں حق دیکھنے سے اندھا کر دیا)''۔ (کنز الایمان)

پھر فرمایا: فهل يكون فساد اعظم من هذا القتل۔ بتاؤ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے بھی بڑا کوئی فساد ہے؟ (الصواعق المحرقۃ: ۳۳۳)

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی اور خوش ہونا، اور اہلبیتِ نبوت کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواترِ معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ ان کی تفاصیل احاد ہیں۔ تو اب ہم توقف نہیں کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں۔ اللہ تعالیٰ اس (یزید) پر، اس کے دوستوں پر اور اس کے مددگاروں پر لعنت بھیجے''۔

(شرح عقائد نسفی: ۱۰۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے فرماتے ہیں، ''ابنِ زیاد، یزید اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل، تینوں پر اللہ کی لعنت ہو''۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۴)

مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ قمطراز ہیں، میرے نزدیک یزید جیسے معین شخص پر لعنت کرنا قطعاً جائز ہے اور اس جیسے فاسق کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد اور اس کی جماعت کو بھی شامل کیا جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوان سب پر، ان کے ساتھیوں اور مددگاروں پر اور ان کے گروہ پر اور وہ جو بھی ان کی طرف مائل ہو قیامت تک اور اسوقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابوعبداللہ حسین رضی اللہ پر آنسو بہائے''۔(روح المعانی ج ۲۶:۷۲)

پس ثابت ہو گیا کہ یزید پلید لعنت کا مستحق ہے۔ البتہ ہمارے نزدیک اس ملعون پر لعنت بھیجنے میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ذکرِ الٰہی میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور انکی آل پر درود وسلام پڑھنے میں مشغول رہا جائے۔

مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ پر حملہ:

جب ۶۳ ھ میں یزید کو یہ خبر ملی کہ اہلِ مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے ایک عظیم لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کے لیے روانہ کیا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس لشکر کے سالار اور اس کے سیاہ کارناموں کے متعلق لکھتے ہیں۔

''مسلم بن عقبہ جسے اسلاف مسرف بن عقبہ کہتے ہیں، خدا اس کو ذلیل و رسوا کرے، وہ بڑا جاہل اور اجڈ بوڑھا تھا۔ اس نے یزید کے حکم کے مطابق مدینہ طیبہ کو تین دن کے لیے مباح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ یزید کو بھی جزائے خیر نہ دے، اس لشکر نے بہت سے بزرگوں اور قاریوں کو قتل کیا اور اموال لوٹ لیے''۔(البدایہ والنہایہ ج ۸:۲۲۰)

مدینہ طیبہ کو مباح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جس کو چاہو قتل کرو، جو مال چاہو لوٹ لو اور جس کی چاہو آبرو ریزی کرو (العیاذ باللہ)۔ یزیدی لشکر کے کرتوت پڑھ کر ہر مومن خوفِ خدا سے کانپ جاتا ہے اور سکتہ میں آجاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کی ہوئی چیزوں کو اس شخص نے حلال کردیا جسے آج امیرُ المؤمنین بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

''یزیدی لشکر نے عورتوں کی عصمتیں پامال کیں اور کہتے ہیں کہ ان ایام میں ایک ہزار کنواری عورتیں حاملہ ہوئیں''۔ (البدایہ ج ۸: ۲۲۱)

تاریخ میں اس واقعہ کو واقعہ حرّہ کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''شک نہیں کہ یزید نے والیِٔ ملک ہوکر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبۂ معظمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجدِ نبوی بے اذان رہی، مکہ و مدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے گئے۔ کعبۂ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں''۔ (عرفانِ شریعت)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایّامِ حرّہ میں مسجدِ نبوی میں تین دن تک اذان واقامت نہ ہوئی۔ جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو میں قبرِ انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔ (دارمی، مشکوٰۃ، وفاء الوفاء)

بقول علامہ سیوطی رحمہ اللہ، ''جب مدینہ پر لشکر کشی ہوئی تو وہاں کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ یزیدی لشکر کے ہاتھوں ہزاروں صحابہ شہید

ہوئے، مدینہ منورہ کو خوب لوٹا گیا، ہزاروں کنواری لڑکیوں کی آبروریزی کی گئی''۔

مدینہ منورہ تباہ کرنے کے بعد یزید نے اپنا لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے مکہ بھیج دیا۔ اس لشکر نے مکہ پہنچ کر ان کا محاصرہ کرلیا اوران پر منجنیق سے پتھر برسائے۔ ان پتھروں کی چنگاریوں سے کعبہ شریف کا پردہ جل گیا، کعبہ کی چھت اوراس دنبہ کا سینگ جو حضرت اسماعیل کے فدیہ میں جنت سے بھیجا گیا تھا اور وہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھا، سب کچھ جل گیا۔ یہ واقعہ صفر ۶۴ ھ میں ہوااوراس کے اگلے ماہ یزید مرگیا۔ جب یہ خبر مکہ پہنچی تو یزیدی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اورلوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

(تاریخ الخلفاء: ۳۰۷)

***

دعائے عاشورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحَانَ اللهِ مِلْءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضٰى وَزِيْنَتَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنَ اللهِ اِلَّا اِلَيْهِ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَالْوِتْرِ وَعَدَدَ كَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا نَسْئَلُكَ السَّلَامَةَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلِ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ عَدَدَ ذَرَّاتِ الْوُجُوْدِ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط